بسم اللہ الرحمن الرحیم

# عیدالاضحی

# فضائل واعمال

جمع وترتیب

**محمد عبیداللہ خان قاسمی**

## بزم خطباء

# ذُوالحِجَّة

## بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ نَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا، اَمَّا بَعْدُ:

قال اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید:

أعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم:

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ○ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ○ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ○ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ○ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ○ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ○ (الصافات: ۱۰۰-۱۰۷)

اے میرے پروردگار مجھ کو نیک بیٹا عطا فرما۔ پس ہم نے ان کو ایک بردبار بیٹے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ (اسمٰعیل) ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچے فرمایا اے میرے بیٹے، میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں پس تم بھی غور کرلو کہ تمہارا کیا خیال ہے (اسمٰعیل نے بلاتردد) عرض کیا اے اباجان (پھر دیر کیا ہے) جو کچھ آپ کو حکم ہوا کر ڈالئے (جہاں تک میرا تعلق ہے) آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے (اللہ کا) حکم مان لیا اور (ابراہیم نے) ان کو ماتھے کے بل لٹایا۔ اور ہم نے ان کو ندا دی کہ اے ابراہیم (کیا خوب) تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ ہم نیکوکاروں کو یوں ہی بدلہ دیتے ہیں۔ (بے شک باپ کا بیٹے کے ذبح کے لئے تیار ہوجانا) یہ ایک بڑی صریح آزمائش تھی (حضرت ابراہیم اس آزمائش میں پورا اترے) اور ہم نے ایک عظیم قربانی کو ان کا فدیہ (بنا) دیا۔

لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُہَا وَ لَا دِمَآؤُہَا وَ لٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ ؕ کَذٰلِکَ سَخَّرَہَا لَکُمۡ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰىکُمۡ ؕ وَ بَشِّرِ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (الحج:٣٧)

ترجمہ: اللہ کو ان کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا؛ لیکن تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے، اسی طرح اللہ نے ان چوپایوں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے؛ تا کہ اللہ نے تم کو جو توفیق عطا فرمائی، اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو اور آپ نیکی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے۔

إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا (مسلم:٢٠٦١)

سب کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔

## تمہید

زندگی میں انسان کو بہت ساری خوشیاں ملتی ہیں، مگر عید کی خوشی اور دوسری خوشیوں میں ایک بنیادی فرق ہے، وہ یہ ہے کہ جو دوسری خوشیاں ہمیں ملتی ہیں وہ عارضی ہوتی ہے، آدمی چند منٹ کے لئے خوش ہوتا ہے اور پھر اپنی اصل حالت پر لوٹ جاتا ہے، ظاہر ہے زندگی کے مسائل آدمی کو کہاں کہاں خوش رکھے گی، اس لئے ہر خوشی کے ساتھ یہ ڈر بھی ستاتا ہے کہ اس کے بعد پھر نہ جانے کون سے غم کے بادل چھا جائیں۔ ایسے بے شمار واقعات آئے دن ہم اور آپ دیکھتے ہیں کہ پل بھر کی خوشیاں کس طرح سکنڈوں میں ماتم میں تبدیل ہوجاتی ہے، مگر عید کی خوشی کا اپنا ایک الگ ہی انداز ہے، اس کی خوشی کی نوعیت بالکل الگ ہوتی ہے، یہ ایسی خوشی ہے جس پر دنیا کی ہزاروں خوشیوں کو قربان کیا جاسکتا ہے۔

## عید کی حقیقت

عید کا دن دنیا کی ہر قوم کے پاس پایا جاتا ہے، لوگ عید کے دن کو بڑے اہتمام کے ساتھ گذارتے ہیں، اور خوب دل کھول کر لطف اٹھاتے ہیں، دیگر مذاہب میں عید کے دن خوشی ومسرت میں ہر طرح کے کام کئے جاتے ہیں، روا ناروا کی پروا کئے بغیر جشن منایا جاتا ہے، اور ہر طرح کی غیر اخلاقی چیزوں کو اختیار کیا جاتا ہے، کیوں کہ ان کے یہاں عید کا مطلب صرف خوشیوں میں مست ہوجانا اور من چاہے کاموں کو انجام دینا ہی ہوتا ہے، جب کہ اسلام کی ہر چیز نرالی، اس کے ہر حکم میں غیر معمولی کشش اور روحانیت ہوتی ہے، اسلام میں بھی عید کا دن اللہ تعالی نے عطا فرمایا اور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو دو دن عید الفطر اور عید الاضحیٰ عید کے دلوائے، عید کا دن اسلام میں بہت ہی اہمیت رکھتا ہے ل، یومِ عید مسلمانوں کو بھی خوشی ومسرت منانے اور اللہ کی نعمتوں کی شکر گذاری کرنے کے لئے دیا گیا، لیکن دیگر اقوام کی طرح بے لگام نہیں چھوڑا گیا اور نہ ہی آزاد کر دیا گیا، بلکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے عظیم اور خوشی کے دن میں مسلمانوں کو قیمتی تعلیمات اور گراں قدر ہدایات سے نوازا، اور حقیقت میں عید کے مقصد کو بیان کیا کہ عید کا دن کیوں دیا جاتا ہے، اور

عید کے دن میں کن کاموں کا التزام رکھنا چاہیے ان تمام کو بیان کیا گیا، جب ہم اسلامی عید اور غیروں کی عید کا جائزہ لیتے ہیں تو اسلامی عید میں بہت نرالا پن، سب سے جدا رنگ، نظر آتا ہے، اور قدم قدم پر احساسِ عبدیت کو اجاگر کرتا دکھائی دیتا ہے، محسن حقیقی پروردگار عالم کے انعامات کی قدر دانی کے جذبات کو پیدا کرتا ہے، اور انسان کا ہر موئے دن جذبۂ شکر سے سرشار ہوجاتا ہے، اسلامی عید میں خوشیوں اور مسرتوں کے ساتھ سبق آموز ہدایتیں بھی دیں اور ایک نئے عزم و ارادہ کے ساتھ زندگی کے سفر کو شروع کرنے کی تعلیم بھی دی، خوشیوں کو صرف اپنے حد تک یا اپنے کنبے و خاندان تک محدود رکھنے کے بجائے ہر ایک کے لئے فکر کرنے اور ضرورتمندوں و غریبوں کو بھی عید کی خوشیوں میں شامل کرنے کا حکم دیا اور سب سے بڑھ کر اپنے پروردگار، خالق و مالک اور پالنہار کے احسانات اور انعامات کو سمجھنے کا سبق دیا، چناں چہ عید کے دن جو کام کیے جاتے ہیں اس کو دیکھیں کہ عید کے دن بندۂ مومن کو حکم ہے کہ عید کی خوشی کی شروعات کرنے سے پہلے خدا کی بارگاہ میں دوگانہ شکر ادا کریں، عیدگاہ کو جاتے ہوئے زبانوں پر تسبیح و تہلیل کا ورد ہو، جاتے ہوئے ایک راستہ اختیار کیا جائے اور واپسی میں دوسرے راستے آئے (بخاری: ۹۳۸) تاکہ اسلام کی عظمت اور شان و شوکت کا مظاہرہ ہو، اجتماعی انداز میں نماز ادا کر کے اسلام کے اتفاق اور اتحاد کا نمونہ پیش کیا جائے، سادگی اور عاجزی ہر ایک کی ادا ادا جھلکتی ہے اور بندگی کے احساس میں ہر مسلمان دوڑا دوڑا حکم خدا کو پورا کرنے لئے جاتا ہے، عظمت الہی سے اس کا قلب و جگر سرشار ہو اور رعبدیت کے اظہار کے ساتھ، اور بندگی کے اعتراف کے ساتھ گھروں سے نکلے اور ایک ایسی جگہ (عیدگاہ میں) نماز عید ادا کرے جہاں مسلمانوں کا غم غفیر جمع ہو، تاکہ اجتماعیت کی روح اور اتحاد و اتفاق کا دل کش منظر نگاہوں کو دیکھنے کو ملے اور اسلامی اخوت و مودت کی شان نمایاں ہو، عید الفطر میں نماز کو نکلنے سے پہلے حکم دیا گیا کہ صدقۂ فطر ادا کرو، تاکہ عبادتوں میں جو کمی و کوتاہی ہوگئی اس کی تلافی بھی ہو اور ساتھ میں ضرورت مندوں کی حاجات کی تکمیل بھی، اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ بھی ہوجائے اور وہ بھی عید کی خوشیوں مین شریک ہوسکے۔

عید کا لفظ ”عود“ سے بنا ہے، جس کا معنیٰ ہے: ”لوٹنا“، عید ہر سال لوٹتی ہے اور اسکے لوٹ کر آنے کی خواہش کی جاتی ہے، اس لیے اسے عید کہا جاتا ہے۔

## اسلام میں دو عیدیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے مسلمان ان دنوں کھیل کود کرتے اور خوشیاں مناتے تھے، اس پر آپ نے ان سے پوچھا: (ما هذان اليومان؟) یہ دونوں دن کیسے ہیں؟ ”یعنی تم ان میں کیوں خوشیاں مناتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: (كنا نلعب فيهما في الجاهلية) ، ہم زمانۂ جاہلیت میں یعنی اسلام قبول کرنے سے قبل ان دونوں دنوں میں کھیل کود کرتے تھے۔ (بس اسی طریقہ پر اب بھی ہم لوگ ان میں خوشیاں مناتے اور کھیل کود کرتے ہیں) چنانچہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: قد أبدلكم الله بهما خيرا منهما، يوم الأضحى ويوم الفطر “(أبو داود)

اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کے بدلے ان سے بہتر دو دن عطا کیے ہیں: یوم الاَضحیٰ اور یوم الفطر۔

دنیا میں بسنے والی قوموں کے یہاں عید کا دن کسی نہ کسی تاریخی واقعہ کی یاد میں منایا جاتا ہے اور وقتی طور پر کچھ منالی جاتی ہے اور باقی رنگ رلیوں اور فضول کاموں میں عید کے دن کو ضائع کیا جاتا ہے، جب کہ عید الفطر ایک مہینہ کی قربانی اور مجاہدوں کے بعد بندوں کو دی جاتی ہے جس کی قدر و منزلت کو وہ بندے ہی جانتے ہیں جو ایک مہینہ کے روزے رکھ کر اپنے پروردگار کو منانے میں لگے رہتے ہیں ، جنھوں نے اپنے کھانے پینے کے اوقات کو بدل دیا تھا اور اپنے نظام العمل کو اللہ کے لئے تبدیل کر رکھا تھا، اسی کے نتیجہ میں وہ عید کے دن کو لغویات اور واہیات میں ضائع نہیں کرتے بلکہ اجر و ثواب کے امیدوار بن کر انعام الٰہی کے حصول کے لئے سرگرداں رہتے ہیں، یہ اسلامی عید کا عجیب امتیاز ہے کہ اس نے کسی واقعہ کی بنیاد پر ایمان والوں کو عید کا دن نہیں دیا، اگر ایسا ہوتا تو پھر اس کی عظمت اور اہمیت ہی ختم ہوجاتی ہے، اور مسلمان بھی روایت پرستی کا شکار ہوجاتے۔

## اصل عید

عید الفطر کا دن جہاں مومن کو خوشی و مسرت سے سرشار کرتا ہے وہیں یہ فکر بھی دامن گیر ہونی چاہیے کہ آج ہم قربانی کر رہے ہیں یہ قربانی قبول ہے یا نہیں، اور کیا صرف اسی قربانی پر بس ہے، یا یہ قربانی ہمیں کچھ سبق دیتی ہے؟ اصل خوشی تو یہ ہے کہ انسان اپنا محاسبہ کرلے، گناہوں کی زندگی کو چھوڑ کر فرمانبرداری والی زندگی اپنالے، کسی نے عید کی حقیقت کو بہت اچھے انداز میں بیان کیا ہے:

لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ لَبِسَ الْجَدِيْد
اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ خَافَ بِالْوَعِيْد

عید ان کی نہیں جنھوں نے عمدہ لباس زیب تن کرلیا بلکہ عید تو ان کی ہے جو اللہ کی وعید اور پکڑ سے ڈر گئے۔

لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ تَبَخَّرَ بِالْعُوْدِ
اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ تَابَ وَلَا يَعُوْدُ

عید ان کی نہیں جنھوں نے آج عمدہ خوشبوؤں کا استعمال کیا بلکہ عید تو ان کی ہے جنھوں نے اپنے گناہوں کی توبہ کی اور پھر اس پر قائم رہے۔

لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ نَصَبَ الْقُدُوْرَ
اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ سَعِدَ بِالْمَقْدُوْرِ

عید ان کی نہیں جنھوں نے عمدہ کھانوں کی ڈشیں پکائیں بلکہ عید تو ان کی ہے جنھوں نے حتی الامکان مقدور کے ساتھ سعادت حاصل کی اور نیک بننے کی کوشش کی۔

لَیُسَ الْعِیُدُ لِمَنْ تَزَیَّنَ بِزِیُنَةِ الدُّنُیَا
اِنَّمَا الْعِیُدُ لِمَنْ تَزَوَّدَ بِزَادِ التَّقُوٰی

عید ان کی نہیں جنھوں نے دنیاوی زیب وزینت اختیار کی بلکہ عید تو ان کی ہے جنھوں نے تقویٰ اور پرہیزگاری کو اختیار کیا اور اسے اپنا توشہ بنایا۔

لَیُسَ الْعِیُدُ لِمَنْ رَکِبَ الْمَطَایَا
اِنَّمَا الْعِیُدُ لِمَنْ تَرَكَ الْخَطَایَا

عید ان کی نہیں جنہوں نے عمدہ عمدہ سواریوں، گاڑیوں پر سواری کی بلکہ عید تو ان کی ہے جنھوں نے گناہوں کو چھوڑ دیا۔

لَیُسَ الْعِیُدُ لِمَنْ بَسَطَ الْبَسَاطَ
اِنَّمَا الْعِیُدُ لِمَنْ جَاوَزَ الصِّرَاطَ

عید ان کی نہیں جنھوں نے اعلیٰ درجہ فرش سے اپنے مکانوں کو آراستہ کیا بلکہ عید تو ان کی ہے جو پل صراط سے گزر گئے۔

اس لیے عید کا دن اس بات کا جائزہ لینے کا دن ہے کہ معلوم نہیں اللہ کی بارگاہ میں ہماری عبادتیں اور ریاضتیں اور ہماری قربانی قبول ہوئی یا نہیں؟ اور ہمارے روزے ونماز، ذکر وتلاوت کو شرفِ قبول ملا ہے یا نہیں؟ ظاہری تزک واحتشام کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ اصل چیز تو قبولیت اور مزید توفیق کا مل جانا ہے۔

## عیدالاضحیٰ کے مسنون اعمال

عیدالاضحیٰ کے دن چند اعمال مسنون ہیں، جن کا اہتمام کرنا چاہیے۔

### صبح جلد اٹھنا:

یعنی نمازِ فجر کے لیے عام دنوں میں جس وقت اٹھتے ہیں، اس سے پہلے اٹھنا تاکہ وقت پر نمازِ فجر ادا ہو اور جلد از جلد ضروریات اور غسل وغیرہ سے فارغ ہوا جاسکے، صحابہ کرامؓ کا معمول تھا کہ وہ نمازِ فجر میں نمازِ عید کی تیاریوں سے فارغ ہوجاتے تھے۔

### غسل کرنا:

عید کے دن اہتمام کے ساتھ غسل کرنا سنت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے: **ان رسول اللہ ﷺ قال: یامعشر المسلمین ھذا یوم جعلہ اللہ عیدا للمسلمین فاغتسلوا ...(موطا امام مالك: ۱۴۱)** کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ تعالی نے اس دن کو مسلمانوں کے لیے عید کا دن بنایا ہے، لہذا تم اس دن غسل کرو۔

### مسواک کرنا:

مسواک اگرچہ وضو کے موقع پر کرنا بھی سنت ہے، لیکن خاص عید کے موقع پر بھی سنت ہے، کیوں کہ عید اجتماع کا دن ہے اور صفائی وستھرائی کے ساتھ شریک ہونے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے مسواک مزید صفائی کا باعث بھی ہے۔ (ردالمحتار: ۳/ ۴۸)

### اچھے کپڑے پہننا:

عید کے دن صاف ستھرے کپڑے پہننا سنت ہے، اپنے پاس موجود تمام کپڑوں میں جو اچھا ہو اسے پہنے، چاہے نیا جوڑا ہو یا دھوکر پہنے، **ولبس احسن الثیاب، جدیدا کان اوغسیلا۔ (بدائع الصنائع: ۲/ ۲۴۹)** حضرت حسنؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: **امرنا رسول اللہ ﷺ ان نلبس اجود ما نجد ...(طبرانی: ۲۶۹۲)** کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم فرمایا کہ ہم اپنی حیثیت کے مطابق اچھا لباس پہنیں۔

### خوشبو لگانا:

عید کے دن جو اچھی خوشبو میسر ہو اسے لگانے کا اہتمام کرنا بھی سنت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: **امرنا ان نلبس اجود ما نجد، ان نتطیبب باجود ما نجد۔ (طبرانی: ۲۶۹۲)** کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنی حیثیت کے مطابق اچھا لباس پہنیں، اور اپنی حیثیت کے مطابق اچھی خوشبو لگائیں۔

### نماز کے لئے جلد جانا:

نمازِ عید کے لئے جلد عیدگاہ جانا بھی سنت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول رہا۔ چناں چہ مروی ہے: **کان النبی ﷺ یغدو الی المصلی۔** (بخاری: ۹۲۵) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف جلد تشریف لے جاتے تھے۔

### عیدگاہ پیدل جانا:

عیدگاہ کے لیے پیدل جانا سنت ہے، حضرت علیؓ سے مروی ہے: **والسنة ان تخرج الی العید ماشیا۔** (ترمذی: ۴۸۷) کہ سنت یہ ہے کہ عید کی نماز کے لیے پیدل نکلیں، لیکن سواری کے ذریعہ بھی جاسکتے ہیں۔

### راستہ میں کرتکبیر کہنا:

عیدگاہ جاتے ہوئے عیدالاضحیٰ میں بلند آواز سے تکبیر کہنا سنت ہے، تکبیر کے کلمات یہ ہیں: **اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد۔**

### آمدورفت کا راستہ بدلنا:

ایک راستے سے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا چاہیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسے ہی معمول تھا۔ **کان النبی ﷺ اذا کان یوم عید خالف الطریق۔** (بخاری: ۹۳۸) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے دن راستہ تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ اس کے ذریعہ حاضر ہونے والوں کی کثرت کا اظہار ہوتا ہے۔

### نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا:

عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا مستحب ہے، اگر قربانی کا گوشت میسر ہو تو نماز کے بعد اس کا کھانا مستحب ہے۔

### عید کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنا:

عید کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنا سنت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں منقول ہے: **کان رسول اللہ ﷺ یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلی۔** (بخاری: ۹۰۸) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ تشریف لے جایا کرتے تھے۔

### عید سے قبل نفل نہ پڑھنا:

عید کے دن فجر کی نماز کے بعد عید کی نماز سے پہلے گھر میں یا کسی بھی جگہ کوئی بھی نفل نماز نہ پڑھیں، بعض لوگ عیدگاہ پہنچ کر نمازِ عید سے قبل نمازیں پڑھتے ہیں اور پوچھنے پر کہتے ہیں کہ ہم فجر کی نماز پڑھ رہے ہیں، تو اجتماعی طور پر عیدگاہ میں قضا پڑھنا طرح طرح کی چہ می گوئیوں اور انتشار کا سبب بنتا ہے؛ اس لیے اس طریقہ سے احتراز لازم ہے، اول تو مسلمان کی یہ شان نہیں ہے کہ کوئی نماز قضا کرے اور اگر بالفرض نماز قضا ہو جائے تو اسے برسرِ عام پڑھنے کے بجائے گھر میں ادا کرے تاکہ اپنی کوتاہی مخلوق کے سامنے نہ آسکے۔

### عید کی مبارک بادی دینا:

عید کے دن مبارک باد دینے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ اگر خرابیوں سے بچ کر ہو تو مستحب ہے، کیوں کہ صحابہ و تابعین کے کئی اقوال و افعال سے عید کی مبارک باد ثابت ہے۔ اسی وجہ سے محقق فقہائے کرام نے عید کے دن ”**تقبل اللہ منا ومنکم**“ کے ذریعہ مبارک باد دینے کو جائز و مستحب ہونے کا حکم بیان کیا ہے۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ: ۱۴/ ۹۹، البحر الرائق: ۲/ ۲۷۷) حضرت واثلہؓ سے مروی ہے کہ: انہوں نے عید کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اور ”**تقبل اللہ منا ومنکم**“ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ”**تقبل اللہ منا ومنکم**“ فرمایا۔ (السنن الکبری للبیہقی: ۵۸۱۴)

## قربانی کی بنیاد

اللہ رب العزت نے انسانوں کو دنیا میں آزمائش اور امتحان کے لئے بھیجا ہے، ارشادِ ربانی ہے: ’’جس نے موت اور زندگی اس لیے پیدا کی تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ بہتر ہے‘‘۔ (سورہ ملک: ۲) یہ آزمائش حسنِ عمل کو جاننے اور پرکھنے کے لیے ہوتی ہے، اللہ کے ساتھ بندہ کا جتنا خاص تعلق اور لگاؤ ہوتا ہے اس کی آزمائش اتنی ہی سخت ہوتی ہے۔ چنانچہ انبیاء کی ابتلاء عام لوگوں سے جدا اور مختلف ہوتی ہے، اسی طرح اولیاء، اتقیاء، زہاد اور عام لوگوں کی آزمائش ہوتی ہے۔ غرضیکہ اللہ اپنے بندوں کو خوب آزماتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام چوں کہ خلیل اللہ ہیں اس وجہ سے ہر ہر مقام پر ان کی آزمائش ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ اپنے لختِ جگر اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں (انبیاء کے خواب الہامی ہوتے ہیں) اللہ تعالی اس واقعہ کا نقشہ قرآن کریم میں بیان فرماتے ہیں: جب وہ لڑکا (اسماعیلؑ) ابرہیمؑ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تو انہوں نے کہا: بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں آپ کی کیا رائے ہے؟ (الصافات ۱۰۲) تو یہ کم سن بچہ جو ابھی بلوغت کی منزل پر بھی نہ پہنچا تھا جواب دیتا ہے: اے ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا کر گزریے، آپ ان شاء اللہ مجھ کو صبر کرنیوالوں میں سے پائیں گے (الصافات) بیٹے کے جذبۂ قربانی اور صبر و استقامت والے جواب کو سن کر باپ چھری کو دھار لگا کر تیار کرتا ہے اور چھری بغل میں دبا کر

سوئے مقتل رواں دواں ہوتا ہے، قربان جائیے! بیٹے کے اس عزم وحوصلہ اور راہ خدا میں قربانی کے جذبہ پر کہ خود باپ کو ایسی تدبیر اختیار کرنے کا مشورہ دیتا ہے جس سے کوئی چیز قربانی کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے، وہ عرض گزار ہوتا ہے کہ اے ابا جان! مجھے ذبح کرتے وقت پیشانی کے بل لٹا دینا تاکہ شفقت پدری کی وجہ سے آپ کا ارادہ متزلزل نہ ہوجائے۔ کیا منظر رہا ہوگا! جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری چلانی شروع کی اور ابراہیم واسماعیل علیہما السلام اپنی آزمائش میں پورا اترے، تو اللہ عزوجل کو اپنے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ اداء اس قدر بھائی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قربانی کے لیے جنت سے ایک دنبہ لے کر بھیجا اور تا قیام قیامت قربانی کے اس عمل کو آنے والی نسلوں پر واجب کردیا۔ حضرت ابراہیم کی صرف یہی ایک قربانی نہیں بلکہ آپ کی پوری زندگی قربانی سے عبارت ہے، آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کی اطاعت وفرماں برداری میں گزرا اور جو حکم بھی اللہ کی طرف سے نازل ہوا فورا اس کو بجالائے۔ جان ومال، ماں، باپ، وطن ومکان، لخت جگر غرضیکہ سب کچھ اللہ کی رضا کی خاطر ترک کردیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی اور قربانی کا یہ عظیم واقعہ ہمیں اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ اپنے اندر یہ جذبہ اور حوصلہ پیدا کریں کہ دین کا جو تقاضا اور اللہ تعالی کا جو حکم جس وقت ہماری جانب متوجہ ہوگا اس پر ضرور عمل پیرا ہوں گے اور عیدالاضحیٰ کے دن یہ عہد کریں کہ اپنے عزیز واقارب، دوست واحباب، والدین، اہل وعیال اور نفسانی خواہشات حتی کہ کسی بھی چیز کو مالکِ دوجہاں خالق کون ومکان کے حکم کے مقابلہ ترجیح نہیں دیں گے۔ اللہ رب جل وعلی عمل کرنے کی توفیق فرمائے۔ آمین

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہیے
مدنظر تو مرضیِ جاناں چاہیے

بس اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

(تحریر: شعیب عالم قاسمی سکندر پوری، شیخ الہند اکیڈمی، دارالعلوم دیوبند)

## قربانی کا حکم

قربانی اکثر ائمہ کے نزدیک واجب ہے، قربانی کے وجوب کی رائے احتیاط پر مبنی ہے۔

اگر کوئی آدمی، عاقل، بالغ آزاد، مقیم، مسلمان اور مال دار ہو تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے، اور قربانی نہ کرنے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا۔

# وجوبِ قربانی کی شرائط

کسی شخص پر قربانی اُس وقت واجب ہوتی ہے، جب اس میں چھ شرائط پائی جائیں: اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو قربانی کا وجوب ساقط ہوجائے گا اور قربانی وَاجب نہ رہے گی۔

١۔ عاقل ہونا، کسی پاگل، مجنون وَغیرہ پر قربانی وَاجب نہیں۔
٢۔ بالغ ہونا، نابالغ پر قربانی نہیں خواہ مال دَار ہی ہو، اگر کوئی ایامِ قربانی میں بالغ ہوا اور مال دار ہے تو اُس پر قربانی واجب ہے۔
٣۔ آزاد ہونا، غلام پر قربانی نہیں۔
٤۔ مقیم ہونا، مسافر پر قربانی وَاجب نہیں۔ ہاں! اگر مسافر مال دَار ہے اور قربانی کرتا ہے تو اس کو قربانی کرنے کا ثواب ضرور ملے گا۔
٥۔ مسلمان ہونا، غیر مسلم پر (خواہ کسی مذہب کا ہو) قربانی واجب نہیں۔ ہاں اگر کوئی غیر مسلم ایامِ قربانی میں مسلمان ہوگیا اور وہ صاحبِ نصاب ہو تو اُس پر بھی قربانی واجب ہے۔
٦۔ صاحب نصاب ہونا، لہٰذا فقیر پر قربانی واجب نہیں؛ لیکن اگر فقیر اپنی خوشی سے قربانی کرے تو اسے ثواب ملے گا، اگر کسی آدمی کے پاس نصاب کی مقدار رقم موجود ہو؛ مگر اُس پر اِتنا قرض ہو جو اگر وہ اَدا کرے تو اس کو صاحب نصاب ہونے سے نکال دے، ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ہر عاقل، بالغ، آزاد، مقیم، مسلمان اور صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے۔

# وجوبِ قربانی کا نصاب

قربانی ہر اُس عاقل، بالغ، مقیم، مسلمان پر واجب ہوتی ہے جو نصاب کا مالک ہو یا اس کی ملکیت میں ضرورتِ اصلیہ سے زائد اِتنا سامان ہو جس کی مالیت نصاب تک پہنچتی ہو اور اس کے برابر ہو، نصاب سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس ساڑھے سات تولہ صرف سونا یا ساڑھے باوَن تولہ چاندی یا اُس کی قیمت کے برابر نقد رَقم ہو یا ضرورَتِ اصلیہ سے زائد اِتنا سامان ہو جس کی قیمت ساڑھے باوَن تولہ چاندی کے برابر ہو۔

وَاضح رہے کہ ضرورتِ اصلیہ سے مراد وہ ضرورت ہے جو اِنسان کی جان یا اس کی عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے ضروری ہو، اُس ضرورت کے پورا نہ ہونے کی صورت میں جان جانے یا ہتک آبرو کا اندیشہ ہو، مثلاً کھانا، پینا، رہائش کا مکان، پہننے کے کپڑے،

اہلِ صنعت وحرفت کے اوزار، سفر کی گاڑی، سواری وَغیرہ، نیز اس کے لیے اُصول یہ ہے کہ جس پر صدقہ فطر واجب ہے اُس پر قربانی بھی واجب ہے یعنی نصاب کے مال کا تجارت کے لیے ہونا یا اُس پر سال گزرنا ضروری نہیں؛ چونکہ نصاب کے لیے ضرورتِ اصلیہ سے زائد مال کا اعتبار ہوتا ہے؛ اِس لیے یاد رکھنا چاہیے کہ بڑی بڑی دیگیں، بڑے فرش، شامیانے، ریڈیو، ٹیپ رِیکارڈر، عام رِیکارڈر، ٹیلی وِیژن، وِی سی آر یہ ضرورت میں دَاخل نہیں، اگر ان کی قیمتیں نصاب تک پہنچ جائیں تو بھی ایسے شخص پر قربانی واجب ہوگی۔

اگر کسی کے پاس مالِ تجارت، مثلاً: شیئرز، جیولری کا کام، فریج، گاڑیاں، پنکھے وَغیرہ کسی طرح کا مال ہو اور بقدرِ نصاب یا اس سے زیادہ ہو تو اُس پر بھی قربانی وَاجب ہے، اگر کوئی فقیر آدمی قربانی کے ایام میں سے کسی دِن بھی صاحب نصاب ہوگیا تو اُس پر قربانی وَاجب ہوجائے گی، اگر کوئی صاحب نصاب کافر قربانی کے ایام میں مسلمان ہوجائے تو اُس پر قربانی لازم ہوگی۔ اگر عورَت صاحب نصاب ہو تو اُس پر بھی قربانی وَاجب ہے، بیوی کی قربانی شوہر پر لازم نہیں، اگر بیوی کی اِجازت سے کرلے تو ہوجائے گی۔

بعض لوگ نام بدل کر قربانی کرتے رہتے ہیں، باوجود یہ کہ دونوں میاں بیوی صاحب نصاب ہوتے ہیں، مثلاً: ایک سال شوہر کے نام سے، دوسرے سال بیوی کے نام سے، تو اس سے قربانی ادا نہیں ہوتی؛ بلکہ ہر صاحب نصاب میاں، بیوی پر علیحدہ علیحدہ قربانی ہوتی ہے۔

## قربانی نہ کرنے پر وعید

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **مَنْ كَانَ لَه سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا**۔ جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو (ایسا شخص) ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔

(مسند احمد ۲/۳۲۱، ابن ماجہ۔ باب الاضاحی واجبۃ ھی ام لا؟ حاکم ۲/۳۸۹)

## خود قربانی کرنا افضل ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قربانی خود کیا کرتے تھے، اس وجہ سے قربانی کرنے والے کا خود ذبح کرنا یا کم از کم قربانی میں ساتھ لگنا بہتر ہے، جیسا کہ حدیث میں گزرا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قربانی پر حاضر رہنے کو فرمایا۔

# قربانی کا گوشت

قربانی کے گوشت کو آپ خود بھی کھا سکتے ہیں، رشتہ داروں کو بھی کھلا سکتے ہیں اور غرباء و مساکین کو بھی دے سکتے ہیں، علماء کرام نے بعض آثار کی وجہ سے تحریر کیا ہے کہ اگر گوشت کے تین حصے کر لئے جائیں تو بہتر ہے۔ ایک حصہ اپنے لئے، دوسرا حصہ رشتہ داروں کے لئے اور تیسرا حصہ غرباء و مساکین کے لئے، لیکن اس طرح تین حصے کرنے ضروری نہیں ہیں۔

## فضائل قربانی احادِیث مبارکہ کی روشنی میں

**عن عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر احب الى الله من اهراق الدم وانه اتى يوم القيامة بقرونها واشعارها وظلافها وان الدم ليقع من الله بمكان قبل ان يقع بالارض فطيبوا بها نفسا"۔ (ترمذی، ابن ماجه)**

ترجمہ:۔"حضرت عائشہ رَضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اِبن آدم (اِنسان) نے قربانی کے دِن کوئی ایسا عمل نہیں کیا، جو اللہ کے نزدِیک خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ ہو، اور قیامت کے دِن وہ ذبح کیا ہوا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا، اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے، لہٰذا تم اس کی وَجہ سے (قربانی کرکے) اپنے دِلوں کو خوش کرو"۔

**عن زيد بن ارقم رضى الله عنه قال: قال أصحاب رسول الله: يا رسول الله! ما هذه الأضاحي؟ قال: سنة أبيكم إبراهيم عليه السلام، قالوا: فما لنا فيها يا رسول الله؟ قال: بكل شعرة حسنة، قالوا: فالصوف؟ يا رسول الله! قال: بكل شعرة من الصوف حسنة"۔ (ترمذی)**

ترجمہ:۔"حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ راوِی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رَضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ فرمایا: تمہارے باپ اِبراہیم علیہ السلام کا طریقہ (یعنی اُن کی سنت) ہے، صحابہ □ نے عرض کیا کہ پھر اس میں ہمارے لیے کیا (اجر و ثواب) ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وَسلم نے فرمایا: (جانور کے) ہر بال کے بدلے ایک نیکی، اُنہوں نے عرض کیا کہ (دُنبہ وَغیرہ اگر ذبح کریں تو اُن کی) اُون (میں کیا ثواب ہے؟) فرمایا: کہ اُون کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی"۔

”عن علی رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: یافاطمة! قومی فاشھدی ضحیتك، فإن لك بأول قطرة تقطر من دمھا مغفرة لکل ذنب، ما انه یجاء بلحمھا ودمھا توضع فی میزانك سبعین ضعفا۔ قال ابو سعید: یارسول اللہ! ھذا لآل محمد خاصة، فانھم اھل لما خصوا به من الخیر، وللمسلمین عامة؟ قال: لآل محمد خاصة، وللمسلمین عامة“۔ (الترغیب والترھیب: ۲/۲۷۷، ۲۷۸)

ترجمہ:۔”حضرت علی رَضی اللہ عنہ سے رِوَایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وَسلم نے (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا: اے فاطمہ! اُٹھو اور اپنی قربانی کے پاس (ذبح کے وقت) موجود رہو؛ اِس لیے کہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے کے ساتھ ہی تمہارے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے، یہ قربانی کا جانور قیامت کے دِن اپنے گوشت اور خون کے ساتھ لایا جائے گا اور تمہارے ترازو میں ستر گنا (زیادہ) کرکے رَکھا جائے گا، حضرت ابوسعید □ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ فضیلت خاندانِ نبوت کے ساتھ خاص ہے جو کسی بھی خیر کے ساتھ مخصوص ہونے کے حق دار ہیں یا تمام مسلمانوں کے لیے ہے؟ فرمایا: یہ فضیلت آلِ محمد کے لیے خصوصاً اور عموماً تمام مسلمانوں کے لیے بھی ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو (ایسا شخص) ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔ (مسند احمد ۲/۳۲۱، ابن ماجہ۔ باب الاضاحی واجبة ھی ام لا؟ حاکم ۲/۳۸۹)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا اور اس عرصۂ قیام میں آپ مسلسل قربانی فرماتے تھے۔ (ترمذی ۱/۱۸۲)

## قربانی کے جانور و گوشت کی نمائش ایک لمحۂ فکریہ

عیدالاضحیٰ کے موقع پر ہر ایک اس کی خوشی میں سرشار ہے، واقعۃً ”قربانی“ ایک عظیم الشان عمل ہے، جس میں اپنے عزیز وقیمتی اموال کو محض اللہ کی رضاجوئی کے لیے قربان کردیا جاتا ہے، یہ قربانی سیدنا حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی زندہ یادگار ہے، جس کو اللہ رب العزت نے اس امت کے لیے ”عظیم نعمت“ بنادیا، اس کے مختلف طرح کے فضائل ذکر کیے گئے، نیکیوں اور حسنات کی برتری وتفوق کا احساس دلایا گیا اور ”عقبیٰ“ میں ڈھیروں ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

لیکن ”نفس وشیطان“ کا وسوسہ اور دھوکہ ہر جگہ لگا رہتا ہے، آدمی کسی طرح سے نفس کی خواہشات کو ترک کرکے نیکی کی طرف آتا ہے اور اپنے مالک کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کی سعی مبروک کرتا ہے، لیکن انسان کا ”ازلی دشمن“ جس نے خود رب سے وعدہ وعہد کررکھا ہے کہ وہ ہر وقت ابن آدم کو گمراہ کرتا رہے گا، اور گمراہی کی چیزوں کو مزین کرکے حضرت انسان کے سامنے پیش کرتا رہے گا

تاکہ یہ اس میں مشغول ہو کر احکام خداوندی کے اصل مغز کو چھوڑ دے اور اس میں ایسی چیزوں کی آمیزش کر لے جس سے اس کا عمل ہی ناقابلِ قبول گردان دیا جائے، چناں چہ احکام اسلامی میں اس کی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں، جس میں بعض بالکل واضح ہیں۔

قارئین سمجھ رہے ہوں گے کہ میری مراد کیا ہے؟ درحقیقت ”ریا و دکھلاوے“ کا پہلو آج کل اتنا زیادہ عام ہو گیا ہے کہ لوگ اس کی جانب توجہ ہی نہیں دے پاتے کہ کہیں یہ ”نیکی کر دریا میں ڈال“ کا مصداق تو نہیں بن رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ موبائل جیسی جدید آلات اشیاء نے جہاں ابن آدم کو کافی فائدہ پہنچایا، وہیں پر یہ چیزیں اس کے لیے ناسور بھی بنی رہی اور آج بھی بنی ہیں، اس میں مزید تکلیف کا پہلو ”سوشل میڈیا“ کا غلط استعمال بھی ہے، چاہے وہ دانستہ ہو یا غیر دانستہ، آج کل تصاویر و ویڈیوز کی طوفان بلا خیز نے نہ جانے کتنے عظیم فتنوں، برائیوں اور ہلاکتوں کو جنم دیا ہے، شاید شمار سے باہر۔

”قربانی“ کے ان مقدس ایام میں ”سوشل میڈیا“ پر جانوروں کی تصاویر، اور ذبح کے دوران اور اس کے بعد کی تصاویر و ویڈیوز، نیز جانور کے گوشت وغیرہ کی تصاویر و ویڈیوز عام کرنے اور دوسروں کے ساتھ شیئر کرنے کا مزاج ہے، بل کہ اس کو فیشن اور ہنر سمجھا جانے لگا ہے، جو کہ انتہائی خطرناک بات ہے، جہاں تک جاندار کی تصویر کی بات ہے تو ہر ایک اس سے باخبر ہے کہ شریعت نے اس کو حرام قرار دیا ہے، اس لیے ایسی صورت میں زندہ جانوروں کی تصاویر کو سوشل میڈیا پر ڈالنا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی ضرورت و حاجت کی بات کہی جا سکتی ہے۔

جہاں تک گوشت کی بات ہے تو وہ اگر چہ جاندار کے حکم میں نہیں رہا، لیکن ہندوستان کے موجودہ حالات میں اس کی بھی اجازت نہیں ہو سکتی، بل کہ یہ ایک طرح غیروں کو ظلم و بربریت کی دعوت دینا ہے۔

اس تصویری زاویۂ نظر سے ہٹ کر جو دوسرا پہلو ہے، جس کو ابتدا میں ذکر کیا تھا وہ بہت ہی اہم ہے، اس میں بظاہر ”ریا و شہرت“ کے پہلو کے علاوہ کوئی اور پہلو نہیں پایا جاتا جس کی وجہ سے اس میں کسی قسم کی تاویل کی جا سکے، شریعت نے جملہ احکام میں ”اخلاص و تقویٰ“ کو بڑی اہمیت دی ہے، اور ہر ممکن اس کو اختیار کرنے کا حکم دے رکھا ہے، بل کہ ”انفاق“ کے باب میں تو اس کو بڑی وضاحت کے ساتھ قرآن نے بیان کیا ہے۔

اس لیے اس مذکورہ صورت حال کی مناسبت سے بہت ہی اہم بات ہے کہ ہم اس ”نمائش و شہرت“ سے بچیں، جہاں اخروی اعتبار سے ضیاع کا خدشہ ہے، وہیں پر دنیوی اعتبار سے جان و مال کے لیے بھی خطرہ ہو سکتا ہے، ہم جس کے لیے قربانی کر رہے ہیں وہ دیکھ رہا، اسے تو بس قلب کا معیار و پیمانہ دیکھنا ہے، اسے نہ خون کی ضرورت ہے، نہ گوشت کی، نہ اور کسی چیز کی۔

بنا بریں میری ہر فرد سے نہایت ہی عاجزانہ و مخلصانہ گزارش ہے کہ اس امر پر توجہ دیں اور اپنے کو بھی اس سے بچائیں اور دوسروں کو بچانے کی فکر کریں۔ (تحریر: محمد سالم قاسمی سریانوی)

# قربانی کے موقع پر صفائی کا خاص خیال رکھیں

یہ حکم بھی اسلام ہی نے دیا ہے اور انتہائی تاکید کے ساتھ دیا ہے کہ اپنے کسی عمل سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ، اپنے گھروں کے ماحول کو صاف سُتھرا رکھو، لوگوں کی گذرگاہوں اور راستوں کو گندا نہ کرو، بلکہ راستے میں پڑی ہوئی گندگی یا کسی تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹا دینا ایمان ہی کا ایک شعبہ ہے، لہٰذا جہاں قربانی ایک صاحبِ استطاعت مسلمان کے لیے ضروری ہے، وہاں اس کے ذمہ یہ بھی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ذبح شدہ جانور کی آلائشوں کو اس طرح ٹھکانے لگانے کا انتظام کرے کہ اس سے ماحول میں گندگی نہ پھیلے، اُن آلائشوں کو شارعِ عام (عام راستے) پر ڈال دینا، یا اُنہیں اِس طرح چھوڑ کر چلے جانا کہ وہ پڑی سڑتی رہیں، اور لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث ہوں، ایک مستقل گناہ ہے، اور اس قسم کے گناہ کر کے عبادت انجام دینا بھی عبادت کے بنیادی مقصد سے جہالت کی دلیل ہے، خلاصہ یہ کہ قربانی ایک عبادت ہے، کوئی ہڑ بونگ (ہنگامہ، بدنظمی) نہیں ہے، جو قواعد وضوابط سے آزاد ہو، اور اس کے دوران نظم وضبط اور صفائی سُتھرائی کے احکام وآداب کو نظرانداز کر دیا جائے، بلکہ اس عبادت کا تو اول وآخر پیغام ہی یہ ہے کہ: اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، “بے شک میری نماز، میری عبادت، اور میرا جینا مرنا سب کچھ اللہ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

# قربانی اور ملحدین کے شکوک وشبہات

آج کل ملحدین ودین بیزار طبقہ جیسے جیسے قربانی کے ایام قریب آتے جا رہے ہیں، تو وہ آپ کو دکھی انسانیت کی ہمدردی کی آڑ میں اللہ کی بارگاہ میں قربانی کرنے سے روکنے کے لیے طرح طرح کے شبہات ذہنوں میں پیدا کرتے ہیں،

جیسے اگر یہی پیسہ کسی غریب کی بیٹی کی شادی میں لگا دیا جائے، یا کسی ہسپتال کی تعمیر وغیرہ۔

اب ان شکوک وشبہات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم نبی ﷺ کی سیرت سے رہنمائی لیں، کیونکہ حقیقی معنوں میں اگر کوئی غریبوں کا خیرخواہ تھا تو وہ نبی ﷺ سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔

اس صورتِ حال میں سب سے پہلے تو غور کرنے کی یہ بات ہے کہ عیدالاضحیٰ کے اس خاص موقع پر اگر قربانی کرنے کی بنسبت انسانیت کی فلاح وبہبود میں مال خرچ کرنا اتنا ہی افضل، موزوں ومناسب یا ضروری ہوتا تو جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اہلِ ثروت اور صاحبِ نصاب مسلمانوں پر قربانی کے حکم کے بجائے غریب، مسکین اور بدحال انسانیت پر مال خرچ کرنا ضروری قرار دیا جاتا۔

جب کہ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ ہر دور میں غریب اور نادار طبقہ موجود رہا ہے، تو یقیناً آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے مبارک دور میں بھی یہ طبقہ موجود تھا، بلکہ ایسے افراد تو بکثرت موجود تھے، لیکن رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جو اپنی امت کے لیے بہت ہی زیادہ شفیق اور مہربان تھے) نے اپنے زمانہ کے اہلِ ثروت اور صاحبِ نصاب مسلمانوں کو اس (عیدالاضحیٰ کے) موقع پر یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنا مال رفاہِ عامہ کے مفید کاموں، ہسپتالوں کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کریں، بلکہ یہ حکم فرمایا کہ اس موقع پر اللہ کے حضور جانور کی قربانی پیش کریں، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دائمی عمل ان دنوں میں قربانی کرنے کا ہی تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا (اس قیام کے دوران) آپ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کرتے رہے: عن ابن عمر، قال: "أقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة عشر سنين، يضحي۔

(سنن الترمذی، الأضاحی، باب الدلیل علی أن الأضحیة سنة، رقم الحدیث: ۱۵۰۷)

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس عظیم حکم کو ہمیشہ قائم و دائم رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا ہی افضل، اولیٰ اور ضروری ہے۔

## ایامِ قربانی میں قربانی افضل ہے یا نقد صدقہ؟

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قربانی کے ایام میں بنسبت صدقہ کرنے کے قربانی کرنا افضل ہے“، امام ابوداؤد، امام ربیعہ اور ابوالزناد رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ۱۱/ ۹۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا یہی عمل تھا، اگر ان حضرات کے نزدیک اس سے بہتر کوئی عمل ہوتا تو وہ یقیناً قربانی کی بجائے اسی کو اختیار کرتے۔

دوسری بات یہ کہ ایسا ہو بھی کیسے سکتا تھا، جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صریح فرمان مبارک موجود ہے کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (قربانی کے جانور کا) خون بہانے سے بڑھ کر بنی آدم کا کوئی عمل پسندیدہ نہیں ہے۔

عن عائشة رضی الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: 'ما عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يومَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلى الله مِنْ إِهراقِ الدَّمِ۔ (سنن الترمذی، فضل الأضحیة، رقم الحدیث: ۱۴۹۳)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”کسی کام میں مال خرچ کیا جائے تو وہ عیدالاضحیٰ کے دن قربانی میں خرچ کیے جانے والے مال سے افضل نہیں“

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مَا أُنْفِقَتِ الْوَرَقُ فِيْ شَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ نَحِيْرَةٍ فِيْ يَوْمِ الْعِيْدِ۔ (سنن الدارقطنی، کتاب الأشربة، باب الصید... رقم الحدیث: ۴۳)

امام نووی رحمہ اللہ بھی اسی طرح ذکر کرتے ہیں کہ صحیح احادیثِ مشہورہ کی بناء پر شوافع کے نزدیک ان دنوں میں قربانی کرنا ہی افضل ہے، نہ کہ صدقہ کرنا، اس لیے کہ اس دن قربانی کرنا شعارِ اسلام ہے، یہی مسلک سلف صالحین کا ہے۔

(المجموع شرح المهذب: ۸/۴۲۵)

## کیا قربانی سے جانوروں کی نسل کُشی ہوتی ہے؟

ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ نظام چلا آ رہا ہے کہ انسانوں یا جانوروں کو جس چیز کی ضرورت جتنی زیادہ ہوتی ہے، حق تعالیٰ شانہ اس کی پیدائش اور پیداوار بڑھا دیتے ہیں اور جس چیز کی جتنی ضرورت کم ہوتی ہے تو اس کی پیداوار بھی اتنی ہی کم ہو جاتی ہے، آپ پوری دنیا کا سروے کریں اچھی طرح جائزہ لیں کہ جن ممالک میں قربانی کے اس عظیم الشان حکم پر عمل کیا جاتا ہے، کیا ان ممالک میں قربانی والے جانور ناپید ہو چکے ہیں یا پہلے سے بھی زیادہ موجود ہیں؟، آپ کبھی اور کہیں سے بھی یہ نہیں سنیں گے، کہ دنیا سے حلال جانور ختم ہو گئے ہیں یا اتنے کم ہو گئے ہیں کہ لوگوں کو قربانی کرنے کے لیے جانور ہی میسر نہیں آئے، جبکہ اس کے برخلاف کتے اور بلیوں کو دیکھ لیں، ان کی نسل ممالک میں کتنی ہے؟ حالاں کہ تعجب والی بات یہ ہے، کتے اور بلیاں ایک ایک حمل سے چار چار پانچ پانچ بچے جنتے ہیں، لیکن ان کی تعداد بمقابل حلال جانوروں کے بہت کم نظر آتی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ قرآن پاک کی آیت ﴿**وما انفقتم من شئ فهو يخلفه**﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”اس آیت کے لفظی معنی یہ ہیں کہ تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب سے تمہیں اس کا بدل دے دیتے ہیں، کبھی دنیا میں اور کبھی آخرت میں اور کبھی دونوں میں، کائناتِ عالَم کی تمام چیزوں میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ آسمان سے پانی نازل ہوتا ہے، انسان اور جانور اس کو بے دھڑک خرچ کرتے ہیں، کھیتوں اور درختوں کو سیراب کرتے ہیں، وہ پانی ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا اس کی جگہ اور نازل ہو جاتا ہے، اسی طرح زمین سے کنواں کھود کر جو پانی نکالا جاتا ہے، اس کو جتنا نکال کر خرچ کرتے ہیں اس کی جگہ دوسرا پانی قدرت کی طرف سے جمع ہو جاتا ہے، انسان غذا کھا کر بظاہر ختم کر لیتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسری غذا مہیا کر دیتے ہیں، بدن کی نقل و حرکت اور محنت سے جو اجزاء تحلیل ہو جاتے ہیں، ان کی جگہ دوسرے اجزاء بدل بن جاتے ہیں، غرض انسان دنیا میں جو چیز خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا عام دستور یہ ہے کہ اس کے قائم مقام اس جیسی دوسری چیز دے دیتے ہیں، کبھی سزا دینے کے لیے یا کسی دوسری تکوینی مصلحت سے اس کے خلاف ہو جانا اس ضابطۂ الٰہیہ کے منافی نہیں، اس آیت کے اشارہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اشیاء صرف انسان اور حیوانات کے لیے پیدا فرمائی ہیں، جب تک وہ خرچ ہوتی رہتی ہیں، ان کا بدل منجانب اللہ پیدا ہوتا رہتا ہے، جس چیز کا خرچ زیادہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پیداوار بھی بڑھا دیتے ہیں، جانوروں میں بکرے اور گائے کا سب سے زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ ان کو ذبح کر کے گوشت کھایا جاتا ہے اور شرعی قربانیوں اور کفارات و جنایات میں ان کو ذبح کیا جاتا ہے، وہ جتنے زیادہ کام آتے ہیں، اللہ تعالیٰ اتنی ہی زیادہ اس کی پیداوار بڑھا دیتے ہیں، جس کا ہر جگہ مشاہدہ ہوتا ہے کہ بکروں کی تعداد ہر وقت چھری کے نیچے رہنے

کے باوجود دنیا میں زیادہ ہے، کتے بلی کی تعداد اتنی نہیں، حالانکہ کتے بلی کی نسل بظاہر زیادہ ہونی چاہیے کہ وہ ایک ہی پیٹ سے چار پانچ بچے تک پیدا کرتے ہیں، گائے بکری زیادہ سے زیادہ دو بچے دیتی ہے، گائے بکری ہر وقت ذبح ہوتی ہے، کتے بلی کو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا، مگر پھر بھی یہ مشاہدہ ناقابلِ انکار ہے کہ دنیا میں گائے اور بکروں کی تعداد بنسبت کتے بلی کے زیادہ ہے، جب سے ہندوستان میں گائے کے ذبیحہ پر پابندی لگی ہے، اس وقت سے وہاں گائے کی پیداوار گھٹ گئی ہے، ورنہ ہر بستی اور ہر گھر گایوں سے بھرا ہوتا جو ذبح نہ ہونے کے سبب بچی رہیں۔

عرب سے جب سے سواری اور بار برداری میں اونٹوں سے کام لینا کم کر دیا، وہاں اونٹوں کی پیداوار بھی گھٹ گئی، اس سے اس ملحدانہ شبہ کا ازالہ ہو گیا، جو احکامِ قربانی کے مقابلہ میں اقتصادی اور معاشی تنگی کا اندیشہ پیش کر کے کیا جاتا ہے۔

(معارف القرآن، سورۃ السباء: ۳۹، ۳۰۳/۷)

## رفاہی کاموں کی افادیت اپنی جگہ مسلم ہے

ہماری اس بحث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ رفاہِ عامہ کے مفید کاموں، ہسپتالوں کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے غریب و مساکین اور ناداروں پر خرچ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ہمارا مقصود محض یہ ہے کہ دس ذوالحجہ سے لے کر بارہ ذوالحجہ کی شام تک جس شخص پر قربانی کرنا واجب ہے اس کے لیے قربانی چھوڑ کر اس رقم کا صدقہ کرنا جائز نہیں ہے، ہاں! جس شخص پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے اس کے لیے ان دنوں میں یا صاحبِ نصاب لوگوں کے لیے ان دنوں میں قربانی کرنے کے ساتھ ساتھ یا سال کے دیگر ایام میں مالی صدقہ کرنا یقیناً بہت زیادہ ثواب کی چیز ہے، رفاہِ عامہ کے مفید کاموں، ہسپتالوں کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کرنے کے لیے اسلام نے زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، عشر، کفارات، نذور، میراث، نفلی صدقات وغیرہ متعین کیا ہے۔

بعض لوگ روحانیت سے غافل ہو کر یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ قوم کا اتنا روپیہ جو تین دن میں جانوروں کے ذبح پر ہر سال خرچ ہو جاتا ہے اور اس کا خاطر خواہ مفاد نظر نہیں آتا، اگر یہی پیسہ رفاہی اور قومی مفادات پر لگایا جائے تو بہت فائدہ ہو۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ قربانی کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم اور اہم عبادت ہے، جیسے: حج کرنا، زکوٰۃ دینا، اور دوسری عبادات۔ تو کیا ان عبادات کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ یہ فضول خرچی اور مال کو بے جا خرچ کرنا ہے؟ اس طرح تو دین کا بہت بڑا حصہ اور بہت سے دینی احکام ہی کا اسلام سے تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ پس جب شریعت میں قربانی کا حکم ہے تو اسے عقلی اعتراضوں اور ذہنی ڈھکوسلوں کا شکار بنانا کسی طرح درست نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا میں ہونے والی دوسری اور اصل فضول خرچیاں (جن کا شریعت نے حکم بھی نہیں دیا) ان لوگوں کو نظر نہیں آتیں جبکہ اصل میں تو ان کے ختم کرنے اور مٹانے کی ضرورت ہے، ملک کی کتنی بڑی تعداد ایسی ہے جو سگریٹ نوشی، منشیات،

کرکٹ، ہاکی اور دوسرے کھیل جوئے بازی، گھوڑ دوڑ، ناچ گانا، فحش پروگرام، انٹرنیٹ، ٹی وی، کیبل، وی سی آر، سینما، فضول تصویر سازی اور مووی بازی اور دوسرے فحش میڈیائی پروگرام، فحش اخبار ورسائل اور دیگر ناول اور ڈائجسٹ، بسنت، عید کارڈ، شادی کارڈ، گانوں اور دیگر غلط پروگراموں کی آڈیو وویڈیو کیسٹیں اور سی ڈیز، ویڈیو گیمز، آتش بازی، شادی بیاہ، مرگ وموت اور غمی خوشی کی رسومات، مختلف فیشن، غیر شرعی بیوٹی پارلر وغیرہ کی زد میں ہے۔ جن کو چھوڑے اور توبہ کیے بغیر دنیا وآخرت کی فلاح اور کامیابی ملنا مشکل ہے اور یہی پیسہ اگر قومی اور رفاہی مفادات پر خرچ کیا جائے تو بہت جلد ترقی حاصل کی جاسکتی ہے۔“

(ذوالحجہ اور قربانی کے مسائل واحکام، ص: ۱۶۷)

## ذبح کرنے پر اعتراض اور اس کا جواب

منکرین اور ملحدین کی طرف سے ایک اعتراض یہ بھی سامنے آتا ہے کہ زندہ جانوروں کے گلے پر چھری پھیر دینا بھی عقلِ سلیم کے خلاف ہے، یہ فعل مسلمانوں کی بے رحمی پر دلالت کرتا ہے، اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ شریعتِ اسلامیہ سے زیادہ رحم کسی مذہب میں بھی نہیں ہے، اور ذبحِ حیوان رحم کے خلاف نہیں، بلکہ ان کے حق میں اپنی موت مرنے سے مذبوح ہوکر مرنا بہتر ہے، کیوں کہ خود مرنے میں قتل وذبح کی موت سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے، رہا یہ سوال کہ پھر انسان کو ذبح کر دیا جایا کرے، تاکہ آسانی سے مرجایا کرے، اس کا جواب یہ ہے کہ حالتِ یاس سے پہلے ذبح کرنا تو دیدہ دانستہ قتل کرنا ہے اور حالتِ یاس پتہ نہیں چل سکتی، کیونکہ بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں کہ مرنے کے قریب ہوگئے تھے، پھر اچھے ہوگئے اور شبہ حیوانات میں کیا جائے کہ ان کی تو یاس کا بھی انتظار نہیں کیا جاتا، جواب یہ ہے کہ بہائم اور انسان میں فرق ہے، وہ یہ کہ انسان کا تو اِبقا (باقی رکھنا) مقصود ہے، کیونکہ خلقِ عالم سے وہی مقصود ہے، اس لیے ملائکہ کے موجود ہوتے ہوئے اس کو پیدا کیا گیا، بلکہ تمام مخلوق کے موجود ہونے کے بعد اس کو پیدا کیا گیا، کیونکہ نتیجہ اور مقصود تمام مقدمات کے بعد موجود ہوا کرتا ہے، اس لیے انسان کے قتل اور ذبح کی اجازت نہیں دی گئی، ورنہ بہت سے لوگ ایسی حالت میں ذبح کر دیئے جائیں گے، جس کے بعد ان کے تندرست ہونے کی امید تھی اور ذبح کرنے والوں کے نزدیک وہ یاس کی حالت میں تھا اور جانور کا اِبقاء مقصود نہیں، اس لیے اس کے ذبح کی جازت اس بناء پر دے دی گئی کہ ذبح ہوجانے میں ان کو راحت ہے اور ذبح ہوجانے کے بعد ان کا گوشت وغیرہ بقائے انسانی میں مفید ہے، جس کا اِبقاء مقصود ہے۔

اس کو اگر ذبح نہ کیا جائے اور یونہی مرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے تو وہ مردہ ہوکر اس کے گوشت سمیت کا اثر پھیل جائے گا اور اس کا استعمال انسان کی صحت کے لیے مضر ہوگا، تو اِبقاء انسان کا وسیلہ نہ بنے گا اور قصاص، جہاد میں چونکہ افناءِ بعض افراد بغرضِ اِبقاء جمیع الناس متیقن ہے۔

اس لیے وہاں قتلِ انسانی کی اجازت دی گئی، مگر ساتھ ہی اس کی رعایت کی گئی کہ حتی الامکان سہولت کی صورت سے مارا جائے،

یعنی قصاص میں جو کہ قتلِ اختیاری ہے، تلوار سے اور جہاد میں مثلہ وغیرہ کی ممانعت ہے۔“

(اشرف الجواب، ذبح کرنے پر اعتراض اور اس کا جواب، ص: ۸۶، ۸۷)

# قربانی کی حقیقت کیا ہے؟

اگر قربانی کی حقیقت پر نظر ہو تو بھی یہ وسوسہ پیدا نہیں ہوسکتا، قربانی تو یادگار ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی، کہ ان کو حکم دیا گیا تھا، کہ اپنا بیٹا ذبح کرو، حالانکہ دوسری طرف خود قرآن کا اعلان ہے کہ قتل کی سزا ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا ہے، نیز بچوں کو تو جہاد کی حالت میں بھی بغیر کسی عذر کے قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے، الغرض عقل کبھی بچے اور بالخصوص اپنے معصوم بچے کے قتل کو تسلیم نہیں کر سکتی، لیکن قربان جائیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر کہ انہوں نے اللہ سے یہ نہیں پوچھا کہ اے اللہ! جو بچہ مجھے برسہا برس دعائیں مانگنے کے بعد ملا، آخر اس کا قصور کیا ہے؟ اور اگر قصور ہے بھی اس کو مارنے سے کیا حاصل ہوگا؟ نہیں، اس لیے کہ جہاں اور جس کام میں اللہ کا حکم آ جاتا ہے وہاں چوں چرا کی گنجائش نہیں رہتی، چاہے نفع نظر آئے یا نقصان۔

دوسری طرف قربانی کے جانور پر آنے والے اخراجات کا جائزہ لیجیے، آج کے اس مہنگائی والے دور میں بھی آسانی سے قربانی کی جاسکتی ہے، اس جائزے کے بعد سوچیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں حکم ہو کہ تمہیں اختیار ہے کہ تم اپنا بیٹا قربانی کے لیے ذبح کرو، یا اس کی بجائے (بارہ سے پندرہ ہزار روپے کا) جانور ذبح کرو، تو بتلائیے کہ کون کس کو ترجیح دے گا، یقیناً بیٹے کے ذبح کے مقابلہ میں ہر عقل مند جانور ذبح کرنے کو ترجیح دے گا۔ اب ایک نظر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھی ڈالیے کہ جب ان کو بیٹا ذبح کرنے کا حکم ملا (اور حکم بھی صراحۃً نہیں ملا، بلکہ خواب میں اشارۃً بتلایا گیا) تو انہوں نے ایک لمحے کے لیے بھی رُک کر یہ نہ پوچھا کہ یا باری عز وجل! اس میں میرے لیے کیا نفع ہے اور کیا نقصان؟ اور ایک ہم ہیں کہ معمولی سا جانور ذبح کرنے کا حکم دیا گیا اور ہم پوچھتے پھرتے ہیں کہ اس میں میرا کیا نفع ہے؟ اس کی بجائے یہ ہو جائے، وہ جائے، وغیرہ وغیرہ یہ قربانی کی روح کے خلاف ہے، یہ سوال کرنے والا درحقیقت قربانی کی حقیقت سے ہی ناواقف ہے، قربانی کے ذریعے تو یہ جذبہ پیدا کرنا مقصود ہے کہ جب اللہ رب العزت کی طرف سے کوئی حکم آ جائے تو ہم اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے کی بجائے اللہ کے حکم کی پیروی کریں، اس کے حکم کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کریں، اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ﴿**فلما أسلما**﴾ جب انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا تو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ قربانی محض رسم یا دل لگی نہیں ہے، بلکہ اس کے ذریعے ایک ذہنیت دینا مقصود ہے، جسے فلسفۂ قربانی کا نام دیا جاتا ہے، وہ یہی ہے کہ جب اللہ رب العزت کی طرف سے کوئی حکم آ جائے تو ہم اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے کی بجائے اللہ کے حکم کی پیروی کریں، اس کے حکم کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کریں۔

سو ضرورت ہے کہ منکرینِ قربانی، ملحدین اور مستشرقین و کفار کے اس زہریلے پراپیگنڈے کے مقابلے میں اہلِ اسلام پُر زور

طریقے سے اس حکم پر عمل پیرا ہوں، اسی میں اہلِ اسلام کی خیر و بقا کا راز اور دینِ اسلام کی حفاظت مضمر ہے۔

(فلسفۂ قربانی اور ملحدین کے شکوک وشبہات: معاذ رزاق)

## واقعہ قربانی میں ہمارے لیے سبق

حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں ہمارے لیے بڑی نصیحت ہے کہ ہم نے بھی یہی اقرار کیا ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ ہمارا نہیں ہے اللہ کا ہے، ہم اللہ کے حکم پر چلیں گے، اور اس کے حکم کے سامنے نہ اپنے دل کی بات مانیں گے اور نہ کسی دوسرے کی خواہش کی پرواہ کریں گے۔

ہم جس طرح جانور کی قربانی کرتے ہیں، اسی طرح اپنی نفسانی خواہشات کو بھی قربان کر دیں گے، تاکہ اختلاف، انتشار، بغض و حسد، کبر و غرور، عناد و دشمنی، مکر و فریب اور حق تلفی و جاہ طلبی کے ذریعہ انسانیت کی تباہی کا ذریعہ نہ بنیں بلکہ عظمت و بلندی کا جو معیار قرآن مجید نے بتایا ہے، اسے ہم اپنی زندگی میں سجا بسا لیں، ذات برادری، رنگ و نسل اور دولت و غربت کے سارے امتیازات کو مٹا کر اخوت و مساوات، پیار و محبت اور ایک خدا کی عبادت و بندگی کی فضا قائم کریں۔

اس عید کے منانے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر قربانی کی وہی روح، اسلام و ایمان کی وہی کیفیت اور خدا کے ساتھ محبت اور وفاداری کی وہی شان پیدا ہو جس کا مظاہرہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی پوری زندگی میں کیا ہے۔

اگر کوئی انسان محض ایک جانور کے گلے پر چھری پھیرتا ہے اور اس کا دل اس روح سے خالی رہتا ہے جو قربانی میں مطلوب ہے، تو وہ قربانی کی روح کو حاصل کرنے والا نہیں ہے۔

جو چیز مطلوب ہے وہ دراصل یہ ہے کہ جو انسان کلمہ لا اِلٰہ پر ایمان لائے وہ مکمل طور پر بندہ حق بن کر رہے، کوئی ذاتی دلچسپی، کوئی ذاتی مفاد، کوئی ذاتی دباؤ، کوئی لالچ، خوف اور نقصان غرض کوئی اندر کی کمزوری یا باہر کی طاقت اس کو حق کے راستے نہ ہٹا سکے، وہ خدا کی بندگی کا اقرار کرنے کے بعد پھر کسی دوسری چیز کی بندگی قبول نہ کرے، اس کے لیے ہر تعلق کو قربان کر دینا آسان ہو، مگر اس تعلق کو قربان کرنا کسی طرح ممکن نہ ہو جو اس نے اپنے خدا سے کیا ہے، یہی قربانی اسلام کی اصل حقیقت ہے۔

عیدالاضحیٰ پر جانوروں کی قربانی اس بات کو یاد دلانے کے لیے کی جاتی ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے جانوروں کو جب ہم اللہ کی راہ میں قربان کرتے ہیں تو اپنے اس ایمان کو تازہ کر لیتے ہیں کہ ہماری جان اور ہمارا مال سب کچھ اللہ کا ہے، اور وقت آنے پر ہم اپنی ہر چیز اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار رہیں گے۔

اسوۂ ابراہیمی توحید کی علامت ہے، گناہ تو ہر آدمی سے ہوتے ہیں، کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں لیکن زندگی کا رخ بس ایک ہی ہے، ہماری پوری زندگی کا رخ اسی کی طرف ہونا چاہیے جو بیت الحرام کا رب اور مالک ہے، زندگی کا ایک رُخ، ایک قبلہ، ایک مقصد، ایک منزل ہو، اس فرمان کے مطابق جس کا اقرار ہم ہر دن کرتے ہیں، وہ اقرار ہمارا عملی نمونہ بن جائے کہ: إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ حَنِيفاً وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ (انعام: ۷۹) ’’میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رُخ اس ہستی کی طرف کرلیا ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

## عیدالاضحیٰ کی نماز

عیدین کی نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نیت کرے، نیت صرف دل کے ارادے کا نام ہے، اگر صرف اتنی ہی نیت کرلی جائے کہ میں اس امام کے پیچھے عید کی نماز ادا کر رہا ہوں کافی ہے۔

عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نمازیں ہر اس شخص پر واجب ہیں جس پر جمعہ فرض ہے، عیدین دو رکعتوں والی نماز ہے، نمازِ عیدین کا طریقہ وہی ہے جو دیگر نمازوں کا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ نماز عیدین میں چھ زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں، امام تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا پڑھے، پھر ہاتھ اُٹھا کر تین تکبیریں کہے، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے (عندالاحناف)، مقتدی بھی ایسا ہی کریں، پھر امام تعوذ و تسمیہ کے بعد جہراً قرات کرے، قرات کے بعد حسبِ معمول رکوع و سجود کیے جائیں، پھر دوسری رکعت شروع ہوگی، امام قرات کرے، قرات کے بعد تین مرتبہ ہاتھ اُٹھا کر تکبیریں کہے، مقتدی بھی امام کے ساتھ ایسا ہی کریں اور چوتھی مرتبہ امام ہاتھ اُٹھائے بغیر رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع کرے، مقتدی بھی ایسا ہی کریں، اس طرح دو رکعت نماز مکمل کی جائے گی، اس کے بعد اپنی جگہ بیٹھے رہیں اور خطبہ سنیں بغیر خطبہ سنے جانا نہیں چاہیے۔

## اگر عید کی نماز میں دیر سے پہنچا تو نماز عید کا طریقہ

اگر عید کی نماز میں دیر سے پہنچا تو اگر امام پہلی رکعت کی تین زائد تکبیریں کہہ چکا تھا تو مقتدی نیت باندھنے کے بعد ہاتھ اٹھاتے ہوئے تین زائد تکبیریں کہہ لے، اور اگر امام پہلی رکعت کے رکوع میں تھا تو اگر رکوع ملنے کی امید ہو تو تکبیر تحریمہ کے بعد تین زائد تکبیریں کہہ کر رکوع میں مل جائے اگر رکوع ملنے کی امید نہ ہو تو تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع میں چلا جائے اور ھاتھ اٹھائے بغیر تین

تکبیرات پڑھ لے پھر رکوع کی تسبیحات پڑھ لے۔

دوسری رکعت میں ملنے کا بھی یہی حکم ہے، اگر ایک یا دونوں رکعتیں رہ جائیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر اپنی رکعت پوری کرے اور اس میں اپنے مقام پر زائد تکبیریں بھی کہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی قربانیوں کو ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی خامیوں اور کوتاہیوں محفوظ فرما کر اسے شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

* * *

## وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین

* * *

بزم خطباء ٹیلیگرام چینل میں شامل ہونے کے لیے ٹیلیگرام کے تلاش کے خانہ میں لکھیں

**@bazmekhateeb**

اور شامل ہوجائیں

نوٹ: اس مواد کو تیار کرنے میں مختلف اہل علم کے مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے اور اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔